ہم نے باز نہیں رکھا پھر جو تو نے ان کی بجا آوری نہ کی تو سوائے تیری بد نفسی[1] کے اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ۔ ای شخص نجات جس کا ثواب نہایت آرزومندی کے ساتھ خواہاں ہو لے کاش زندگی میں تجھ کو اس کی اتنی ہی پروا ہوتی جیسے اردڈ[2] پر سفیدی ۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے نقصان اور ذرا ذرا سے زیان تجھ کو مضطر[3] اور بے چین کر دیا کرتے تھے اگرچہ کیا دنیا اور کیا دنیا کا خسارہ[4] کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا لیکن تباہی دین کی تجھ کو خبر تک بھی تو نہیں ہوئی ای کاش تجھ کو نماز کے قضا ہونے کا اتنا ہی رنج ہوتا جتنا ایک مٹی کے پرانے آبخورے کے ٹوٹ جانے کا ہوتا تھا ۔ ہم جانتے ہیں کہ اب تجھ کو بہت ہی بڑی ندامت ہو ۔ لیکن اس ندامت کا کچھ ماحصل[5] نہیں اس واسطے کہ یہ دار الجزا[6] ہو دار العمل[7] نہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تو ایک بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا لیکن حجت تمام کرنے کی نظر سے ہم تجھ کو مہلت دیتے ہیں جا اپنے نامۂ اعمال[8] کو دیکھ اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی بات ہم سے بیان کر بشرطیکہ معقول اور قابل قبول ہو۔

خواب سے بیدار ہو کر نصوح کو اپنی اور اپنے خاندان کی لاعینی زندگی پر سخت تاسف ہوا اور اس نے تلافی مافات[9] کا عہد کر کے فہمیدہ اپنی بی بی سے ماجرائے خواب بیان کیا اور اصلاحِ خاندان کیلئے اسکو اپنا مددگار بنایا

باپ نے جو یہ رام کہانی سنائی بیٹے پر اس طرح کی ہیبت چھائی کہ چونک پڑا ۔ جاگا تو پھر وہی دالان تھا اور

[1] بد ذاتی ۱۲ [2] محاورہ ہو مراد اس سے مقدار قلیل ہو یعنی ذرا سی بھی پروا ہوتی ۱۲ [3] بے قرار ۱۲ [4] گھاٹا نقصان ۱۲ [5] کچھ فائدہ نہیں ۱۲ [6] بدلے کا گھر یعنی جو کچھ دنیا میں کیا ہو یہ وقت اس کے بدلے کا ہو ۱۲ [7] کام کرنے کا گھر مراد اس سے دنیا ہو ۱۲ [8] وہ کاغذ جس میں انسان کے تمام برے بھلے کام جو اس نے دنیا میں کئے ہیں لکھے ہوں گے ۱۲ [9] جو کام کرنے سے رہ گیا تھا اس کا عوض یعنی اس نے اپنے دل میں عہد کیا کہ میں نے جو غفلت سے اپنا زمانہ برباد کیا ہو کسی طرح اس کی کسر نکالوں ۱۲

رہی تیمارداریوں کا سامان۔ بی بی پاس بیٹھی ہوئی آہستہ آہستہ پنکھا جھل رہی تھی۔ میاں کی آنکھ کھلی ہوئی دیکھ اُس کی جان میں بھی جان آئی ورنہ جس گھڑی سے میاں نے جی بُرا[1] کیا تھا سموں کے مارے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں تھا۔ نصوح آٹھ بجے ڈاکٹر کی دوا پی کر جو پڑا تھا تو اُس وقت کا سویا سویا اب کہیں نو بجے جا کر ہوشیار ہوا چونکہ ڈاکٹر کہہ گیا تھا کہ نیند آگئی تو جانا کہ بیمار بچ گیا اس کے سونے سے سب کو تسلی سی ہو گئی تھی مگر جب زیادہ دیر ہوئی تو عورتیں پھر گھبرانے لگیں کہ نہیں معلوم کمبخت ڈاکٹر کیسی دوا پلا گیا ہے کہ دوپہر پڑے پڑے گزر گئے کروٹ تک نہیں بدلی۔ خدا جانے اندر سے جی کیسا ہے اور دل پر ایسی کیا آن بنی ہے کیونکر ہوش آئے گا دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ نصوح بیدار ہوا تو بی بی نے پوچھا کیسی طبیعت ہے اچھے سوئے کہ گھر میں رونا پیٹنا ہو گیا اور تم کو خبر نہیں۔ بولو بات کرو کہ اوپر والوں[2] کو تسلی ہو۔ کسی بچے کے مُنہ میں دانہ تک گیا ہو تو حرام۔ چھوٹے بڑے سب کل کا کھائے ہوئے ہیں روتے روتے لڑکیوں کی آنکھیں سوج گئی ہیں۔ لڑکے ہیں کہ مضطر اور پریشان پھرتے ہیں۔ بی بی نے ہر چند دل جوئی کی باتیں کیں مگر نصوح کو خواب کا سارا ماجرا پیش نظر تھا مطلق جواب نہ دیا۔ بی بی سمجھی کہ بیماری کی وجہ سے بولنے کو جی نہ چاہتا ہوگا مگر وہ خدشہ[3] سب کے دل سے دفع ہو گیا۔ مبارک سلامت ہونے لگی اور گھر بھر نے بے رمضان کے عید منائی گو دیر ہو گئی تھی مگر لوگ بھوکے تھے بازار سے حلوا پوری منگوا کر سب نے تھوڑا بہت کھایا پیا کھانے ہی میں کسی نے یہ بات بھی چھیڑی کہ مریض کا غسل صحت ہو تو ایک رت جگا[4] بڑی دھوم سے کیا جائے اور اچھے ہونے کی شادی کریں۔ یہ لوگ تو شادی اور رت جگے کے ارادے کر رہے تھے اور نصوح اپنے خواب کے تصور میں غلطاں پیچاں[5] تھا۔ اُس کا دل مان گیا تھا کہ یہ خواب میرے وہم و خیال کا بنایا ہوا تو ہرگز نہیں ہے۔ ہو نہ ہو یہ ایک امر من جانب اللہ ہے خواب کیا ہے رویائے[6] صادقہ اور الہام[7] الٰہی ہے۔ باپ کا اظہار اس نے ایسی توجہ سے سُنا تھا کہ حرف بحرف نوک زبان یاد تھا جتنے الزام باپ پر لگائے گئے تھے غور کرتا تھا تو سب اپنے میں پاتا تھا بلکہ باپ کی حالت سے اپنی حالت کو مقابلہ کرتا تھا

[1] عورتوں کا محاورہ ہر قے کرنے کو کہتے ہیں ۱۲ [2] یعنی تیمارداروں کو اور گھر کے لوگوں کو تسلی ہو ۱۲ [3] اندیشہ ۱۲
[4] جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو عورتیں رات بھر جاگتی اور گیت گاتیاں ہیں ۱۲ [5] حیران پریشان ۱۲ [6]
سچا خواب ۱۲ [7] خدا کی طرف کا اشارہ ۱۲

تو کچھ نسبت نہ تھی۔ اُن مرحوم[1] کا یہ حال تھا کہ نماز روزے کے پابند، درود وظائف کے مقیّد۔ معاملے کے صاف، تیوہار کے کھرے، لوگوں کے دیکھنے میں محتاط[2]۔ پرہیزگار، متقی، دیندار۔ اور یہاں نماز بھی تھی تو گنڈے دار[3]۔ عیدین[4] تو ضرور اس واسطے کہ عید سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی تیوہار نہیں اس سے بھاری کوئی میلہ نہیں برس روز میں یہی دو دن تو ساز و سامان کی نمائش کے ہوتے ہیں۔ کوئی اپنے نئے شان دار کپڑوں میں اکڑ رہا ہے۔ کوئی گھوڑے کو چھیڑ چھیڑ کر کداتا ہوا قصداً لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی نوکروں کی ہٹو بچو سن کر پھولا ہوا ہے۔ کوئی کرائے یا مانگے کے تانگے پر سوار گاڑی بان سے کہتا ہے چودھری کیسا بڑھیل تانگہ بنا رکھا ہے گدا ہے تو میلا۔ پوشش[5] ہے تو پھٹی ہوئی نہ بیلوں کے گلے میں گھونگھرو۔ نہ پہیوں میں جھانجھ۔ خیر اب نماز کا وقت قریب ہے اتنا تو کر کہ وہ آگے اکڑا جا رہا ہے اُس کے برابر لگائے چل۔ مرد آدمی تجھ کو انعام لینے کا بھی سلیقہ نہیں رہا۔ جمعہ اگر کپڑے خوب صاف ہوئے اور دھوپ بھی ایسی سخت نہ ہوئی دن ابر و باد سے پاک ہوا دوست آشناؤں سے ملنے کو جی چاہا تو گئے ورنہ محلے ہی کی مسجد میں ٹرخالی[6] یا دل میں تاویل کر لی کہ شرائطِ جمعہ میں اختلاف ہے۔ پنج وقتی کو تو فرض و واجب کیا مستحب بھی نہیں سمجھا صبح اور ظہر اور عشا تو عمر بھر پڑھی ہی نہیں کیونکہ عین سونے کے وقت تھی۔ رہی عصر سو ہوا خوری اور سیر بازار اور خرید و فروخت دوست آشناؤں کی ملاقات و دنیا بھر کی ضرورتوں کو بالائے طاق رکھتے تو ایک نماز پڑھتے۔ مغرب کے واسطے تو عذر ظاہر تھا وقت کی تنگی جب تک پھر پھرا کر گھر آئے حمرت شفق[7] زائل ہو جاتی تھی۔ یہ تو اُس عبادت کا حال تھا جس کو ثواب بے زحمت اور اجر بے تکان کہنا چاہیئے اور جس عبادت میں ذرا سی تکلیف بھی تھی جیسے روزہ یا زکوٰۃ حتی الوسع[8] کوئی نہ کوئی حیلۂ شرعی اُس سے معاف رہنے کا سوچ لیا جاتا تھا۔ رجب کا مہینا آیا اور روزوں کے ڈر کے مارے ایک عجب طرح کا سہم چڑھا۔ سب سے آسان نسخہ[9] یہ کہ کسی طبیب کے یہاں

۱ھ رحم کیا گیا۔ مسلمانوں میں جب کوئی مر جاتا ہے تو اُس کی طرف اس لفظ سے اشارہ کیا کرتے ہیں ۱۲ ۲ھ احتیاط والے ۱۲ ۳ھ یعنی کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی ۱۲ ۴ھ دونوں عیدیں یعنی عید۔ بقر عید ۱۲ ۵ھ اوپر ڈالنے کا کپڑا ۱۲ ۶ھ یعنی دل سے اڑا دی ۱۲ ۷ھ شفق کی سرخی۔ نماز مغرب کا وقت۔ حمرت شفق کے زائل ہونے کے بعد نہیں رہتا ۱۲ ۸ھ جہاں تک ہو سکتا تھا ۱۲ ۹ھ تدبیر ۱۲

آنا جانا شروع کیا اُنھوں نے چند روزہ زندگی کے واسطے وہ وہ بکھیڑے کر رکھے ہیں کہ روئے
زمین پر اُن کے نزدیک کوئی تن درست ہی نہیں۔ یوں ملنے ملاقات کرنے جاؤ تو پان کی عوض
نسخہ حوالے کر دیتے ہیں اور جہاں ایک دفعہ دوا پی اور روگ لگا۔ رمضان کے آتے آتے تو طبیعت
خاص محتاج مسہل[1] ہو گئی اور حکیم صاحب کی بدولت روزوں سے بچ گئے۔ زکوٰۃ[2] کا مال دینا تو کچھ بڑی بات
نہ تھی نصاب[3] پر حول[4] کامل کیوں گزرنے دیں کہ زکوٰۃ دینی پڑے۔ جب دیکھا کہ برس پورا ہونے آیا
بی بی کے نام زبانی ہبہ[5] کر دیا۔ کبھی کہاں گیا پکڑی ہیں۔ جب بی بی پر وجوب زکوٰۃ کا وقت آیا پھر اپنے
نام ہبہ کرا لیا اور ٹھیر[6] ابدالی کر کے خدا کو بالا[7] بتایا یا مال کو ایسے پیرائے میں رکھا کہ زکوٰۃ سے بری رہے
خاص طرح دو کانیں مول لیں۔ مکان بنوائے اُن میں کرایہ دار بسائے کہ مال نامی[8] آپ نامی زکوٰۃ ندارد
غرض جہاں تک نصوح احتساب کرتا تھا اپنے تئیں دین سے بے بہرہ۔ ایمان سے بے نصیب۔ نجات
سے دور۔ ہلاکت و تباہی سے قریب پاتا تھا جس عمل نیک پر نظر کرتا یا تو سرے سے اُس کے اعمال
نامے میں تھا ہی نہیں اور تھا بھی تو ایک عمل اور سینکڑوں رخنے[9]۔ ہزاروں فساد۔ دو چار نمازیں ہیں
تو کاہلی و بے دلی و ریا[10] سے خالی نہیں۔ کبھی جاڑے کے دنوں میں یا افطار و سحور[11] میں شریک ہونے
کی نظر سے جو روزے رکھنے کا اتفاق ہوا تھا تو ان میں دکھاوے اور ظاہر داری کا نقص تو تھا ہی
تکلیف کی شکایت سے نیکی برباد گناہ لازم۔ کبھی کسی بھوکے ننگے کو وہ چیز جو اپنے مصرف کی نہ تھی دی
تو اُس کو یوں اکارت[12] کیا کہ ایک دفعہ دے کر سو سو بار احسان جتایا اور یہ سمجھے کہ بچارے محتاج کو عمر بھر کے واسطے [illegible]

---

[1] جلاب ۱۲ [2] مال کا چالیسواں حصہ جو برس پیچھے خدا کی راہ میں دیا جاتا ہے ۱۲ [3] مال کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ واجب
ہو جاتی ہے اقل درجہ چاندی کا دو سو درہم کے برابر ہے اور سونے کا بیس دینار کے برابر۔ درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا
ہے اور دینار ساڑھے چار ماشے کا ۱۲ [4] پورا سال ۱۲ [5] بخشش یا عوض ۱۲ [6] ٹھیرے نئے پرانے باسنوں کا بہت
رد و بدل کرتے رہتے ہیں ۱۲ [7] ٹال دیا ۱۲ [8] نامی کے دو معنی ہیں اول متعارف یعنی نامیدہ و مشہور اور دوسرا اسم فاعل
نمو سے یعنی بالندہ اور روز افزوں۔ مال نامی میں دوسرے معنی مراد ہیں اور آپ نامی میں پہلے ۱۲ [9] لفظی معنی سوراخ
یعنی خلل ۱۲ [10] دکھاوا ۱۲ [11] افطار روزہ کھولنے کو کہتے ہیں اور سحور آخر شب کے اُٹھنے کو کہ اس وقت مسلمان کھا
پی کر روزہ شروع کر دیتے ہیں ۱۲ [12] بے کار کیا ۱۲

مول لے لیا۔ خلاصہ یہ کہ کوئی عمل نیک نہ تھا جو خالصۃ للہ[1] ہوا ور انصافاً اس کے ثواب کی توقع اُس کے اجر کی امید کی جائے۔ اِن خیالات سے نصوح کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ بے اختیار ہو کر رو یا اور کہنے لگا کہ الٰہی مجھ سے زیادہ نالائق نابکار ناکس ناہنجار[2] بھی کوئی شخص ہوگا کہ میں نے اپنی ساری عمر تیری نافرمانی میں کاٹی۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا یا پیدا ہوا تھا تو معصیت[3] پر قدرت نہ رکھتا۔ کوئی ایسی سخت مصیبت مجھ پر پڑتی کہ سر کھجلانے کی فرصت نہ ہوتی۔ مجھ پر بجلی نہ گری آسمان نہ ٹوٹ پڑا۔ مجھ کو سانپ نہ سونگھ گیا۔ ہیضہ کر کرا کے میں بے حیا پھر اُٹھ بیٹھا۔ لعنت ہی مجھ پر اگر اب مدت العمر[4] گناہ کے پاس پھٹکوں۔ تف ہی میری زندگی پر اگر پھر معصیت پر اقدام[5] کروں۔ یہ عہد اپنے جی میں استوار[6] کر کے اُس کو پھر اپنی عمر تلف شدہ[7] کا خیال آ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ میں نے ساری عمر جو اس تباہ حالت میں غارت کی اُس کی تلافی کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں اور بڑی بے انصافی ہو کہ میں جرم کروں اور سزا نہ پاؤں۔ گناہ کروں اور اُس کا پاداش[8] نہ بھگتوں۔ نصوح کو اپنے گناہوں پر اُس وقت اِتنی ندامت تھی کہ مرنے کو وہ اپنی ایک ادنیٰ سی سزا سمجھتا تھا۔ مگر پھر اُس کے جاں بر ہونے[9] کی خوشی منا رہا تھا اور اس کو افسوس تھا کہ میں مرکیوں نہیں گیا۔ علالت کی وجہ سے اُٹھنے سے معذور تھا مگر تکیے پر اوندھا سر کئے ہوئے پڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدایا میں تو اسی قابل ہوں کہ دوزخ میں جھونک دیا جاؤں مگر جو تو نے اپنے فضل سے پھر چند روز کے واسطے دنیا میں رکھ لیا ہے تو ایسی توفیق عطا کر کہ نکوکاری اور تیری اطاعت و فرمانبرداری میں رہوں اور میری زندگی دیندارانہ زندگی کا نمونہ ہو اپنے نفس کے احتساب سے فارغ ہوا تو نصوح کو خاندان کا خیال آیا۔ دیکھا تو بی بی بچے سب ایک رنگ میں ہیں۔ دنیا میں منہمک[10]۔ دین سے بے خبر۔ تب یہ دوسرا صدمہ نصوح کے دل پر ہوا کہ واحسرتا[11] میں تو تباہ ہوا ہی تھا میں نے اِن تمام بندگان خدا کی بھی باٹ ماری[12]۔ اپنی شامت اعمال کیا کم تھی کہ میں نے اِن سب کا وبال سمیٹا۔ مجھ کو خدا نے اس گھر کا مالک اور سردار بنایا تھا اور اتنی روحیں مجھ کو سپرد کی تھیں افسوس میں نے ودیعتِ ایزدی کو تلف کیا اور امانت الٰہی کی نگہداشت میں مجھ سے اس قدر سخت غفلت ہوئی یہ سب لوگ

---

[1] خاص خدا کے لئے ۱۲ [2] نالائق۔ بیہودہ ۱۲ [3] گناہ ۱۲ [4] جب تک جیتا رہوں ۱۲ [5] سبقت کروں ۱۲ [6] مضبوط ۱۲ [7] جو عمر کہ بے کار کھو چکا تھا ۱۲ [8] سزا ۱۲ [9] زندہ بچ جانے ۱۲ [10] مصروف ۱۲ [11] ای افسوس ۱۲ [12] رستہ کھوٹا کیا ۱۲

میرے حکم کے مطیع اور میری مرضی کے تابع تھے میں نے اپنا برا نمونہ دکھا کر ان سب کو گمراہ کیا اگر میں قدغن[1] رکھتا تو یہ کیوں بگڑتے اور یہ بگڑے تو آخر ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی بگڑے گی غرض میں دنیا میں بدی کا بیج بو چلا جو لوگ خدا کے اچھے بندے ہوتے ہیں باقیات الصالحات[2] اور یادگار نیک دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں میں ایسا بدبخت ہوا کہ مجھ سے یادگار بھی رہی تو بدی جب تک میری نسل رہے گی بڑھتی اور پھیلتی جائے گی جب یہ لوگ خدا کے روبرو جواب دہی کے واسطے حاضر ہوں گے تو آخر کہیں گے کہ ہم کو کسی نے راہ نیک بتلائی نہیں تو میں کیا جواب دوں گا یہ خیال کر کے نصوح پھر ایک مرتبہ بیقرار کر دیا اور دوسرا عہد اس نے یہ کیا کہ جتنے لوگ میرے خاندان میں ہیں سب کی اصلاح وضع کروں گا اور پھر اس نے خدا سے دعا کی کہ اے الٰہ العالمین[3] تو اس ارادے[4] میں میری مدد کر جو مشکل پیش آئے آسان ہو جائے میری بات میں اثر دے اور میرے عزم[5] میں استحکام۔ نصوح کو ایسی ٹھوکر نہیں لگی تھی کہ وہ اس کو بھول جاتا متنبہ ہوئے پیچھے اس کو اپنی اصلاح دشوار نہ تھی مگر اصلاح خاندان ایک بڑا مشکل کام تھا وہ بخوبی واقف تھا کہ بندگی اور خداپرستی میرے خاندان کے لیے بالکل نئے الفاظ ہیں جن سے چھوٹے بڑے کسی کے کان آشنا نہیں وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ گھر بھر ایک طرف ہوگا اور میں اکیلا ایک طرف نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنے گا اور میں ایک سورما چنا بن کر کیوں کر معصیت کے بھاڑ کو پھوڑ ڈالوں گا پس وہ غور کرنے لگا کہ کس کو اپنا مددگار بنائے کس کو صلاح کار قرار دے آخر یہی دل میں آیا کہ اصلاح خاندان کے لیے بی بی سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں اور خدا کو کچھ اس خاندان کی فلاح[6] ہی منظور تھی کہ نصوح نے بی بی کو پڑھا لکھا بھی لیا تھا جب نصوح کا نیا نیا بیاہ ہوا ان ہی دنوں تعلیم نسواں[7] کا چرچا شروع تھا نئی نئی کتابیں جو عورتوں کے واسطے جاری ہوئی تھیں نصوح نے سب کو بہت شوق سے دیکھا تھا اور اس کا دل اس بات کو مان گیا تھا کہ عورتوں کے لکھانے پڑھانے میں چند در چند فوائد دینی و دنیوی مضمر[8] ہیں چنانچہ اس نے بعض کتابوں میں سے بعض مقامات دل چسپ[9] بی بی کو پڑھ کر سنائے بھلائی کی بات سبھی کو بھلی معلوم ہوتی ہے بی بی نے بھی اس کو تسلیم کیا کہ عورتوں کے لیے پڑھنا بہت مفید ہے بال بچوں کا کچھ بکھیڑا نہ تھا میاں سے پڑھنا

---

[1] ترکی لفظ ہے اسکے معنی تاکید و تنبیہ کے ہیں ۱۲ [2] اچھے یادگار نیک کام ۱۲ [3] اے تمام جہانوں کے معبود ۱۲ [4] ارادہ ۱۲ [5] بہتری ۱۲

[6] عورتوں کے پڑھانے ۱۲ [7] پوشیدہ ۱۲ [8] دل کو لگتے ہوئے ۱۲

شروع کیا تو چار پانچ مہینے میں اردو لکھنے پڑھنے لگی تب سے اب تک تھوڑا بہت شغلہ[1] چلا ہی جاتا تھا
نصوح کو اس وقت بی بی کا پڑھا ہونا بہت ہی غنیمت معلوم ہوا اور سمجھا کہ بی بی یوں بھی خدا کے فضل
سے اسم با مسمیٰ[2] فہمیدہ ہے۔ اس کو سمجھا لینا تو چنداں دشوار نہیں رہے بچے جن کی عمر چھوٹی ہے وہ بھی
اصلاح پذیر ہیں۔ بڑی دقت بڑی عمر والوں کی ہے ایک بیٹا ایک بیٹی بیاہے جا چکے تھے سمجھا کہ دونوں
اپنے اپنے گھر کے ہیں کسی پر میرا اختیار باقی نہیں اور ہو بھی تو جوان بیٹا جوان بیٹی مار پیٹ نہیں سکتا گھڑک میں نہیں سکتا۔ نرا
سمجھانا اور وہ بھی اس عمر میں بڈھے طوطوں[3] کا پڑھانا ہے۔ آخر وہ کہیں گے نہیں کہ برے ہیں تو یہ دین
ہیں تو تم ہی نے ہم کو ایسا اٹھایا اور جب ہماری عادتیں راسخ[4] اور خصلتیں طبیعت ہو گئیں تو اب ہم
کو ان کا ترک کرنا تعلیم کرتے اور ہم کو ناحق ملزم بناتے ہو۔ یہ سوچنا تھا کہ نصوح کی آنکھوں سے آنسو
ٹپک پڑے اور سمجھا کہ ان دو کی اصلاح محال ہے اس کو زیادہ تر افسوس اس بات کا تھا کہ خدا کے فضل
سے دونوں کے آگے اولاد ہے جس طرح میری بدی نے میری اولاد میں اثر کیا ان کی بدی ان کی اولاد میں سرایت
نہ کرے گی مگر پھر بھی نصوح نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ان شاء اللہ اپنے مقدور بھر تو کوشش کروں گا یا
تو راہ راست ہی پر آئیں گے یا جیتے جی چھوڑ دوں گا۔ جو خدا کا نہیں وہ میرا پہلے نہیں۔ منجھلے[5] بیٹے
اور منجھلی بیٹی کی طرف سے بھی نصوح کو خوب اطمینان نہ تھا اور جانتا تھا کہ ان کے ساتھ بھی دقت
کرنی پڑے گی۔ لیکن اس کا ارادہ ایسا مستحکم تھا کہ کوئی مشکل اس کو روک نہیں سکتی تھی اور وہ مضطرب[6]
اور مستعجل[7] اس قدر تھا کہ چاہتا تھا ہتھیلی پر سرسوں[8] جما لوں۔ ابھی اچھی طرح بدن میں اٹھنے بیٹھنے کی
طاقت بھی نہیں آئی تھی کہ اس نے بی بی سے کہا تھوڑا سا پانی گرم کرا دو تو میں نہا لوں۔ بیوی۔ کیا
غضب کرتے ہو ہاتھ پاؤں میں ذرا دم تو آنے دو نہانے کی ایسی کونسی ساعت[9] ٹلی جاتی ہے جب

---

۱ شغل ۱۲ ۲ فہمیدہ کے معنی سمجھدار کے ہیں مراد یہ ہے کہ صرف نام ہی فہمیدہ نہ تھا بلکہ تھی بھی سمجھدار ۱۲ ۳ قاعدہ
ہے کہ طوطے کا بچہ جو باتیں سکھاؤ سیکھ جاتا ہے اور بڑا ہو کر وحشی کا وحشی رہتا ہے یہاں یہ معنی ہیں کہ یہ بڑے ہو گئے ہیں
ان کی اصلاح مشکل ہے ۱۲ ۴ پکی۔ مضبوط ۱۲ ۵ بڑے سے چھوٹا اور چھوٹے سے بڑا۔ بیچلا ۱۲ ۶ بے چین ۱۲
۷ جلدباز ۱۲ ۸ محاورہ ہے کام میں بے موقع جلدی کرنے سے مراد لی جاتی ہے ۱۲ ۹ گھڑی۔ مگر یہاں مراد ہے
وہ گھڑی جو نجومی نے یا مذہب نے ٹھہرا دی ہو ۱۲

اچھی خیر[1] سے چلنے پھرنے لگو گے خاصی طرح حمام میں جا کر غسل کرنا۔ میاں۔ میں نماز پڑھنی چاہتا ہوں علالت میں طرح طرح کی بے احتیاطی ہوئی ہے جی قبول نہیں کرتا کہ اسی حالت سے نیت[2] باندھ لوں۔ بیوی۔ کیا اچھے ہونیکے نفل[3] مانے تھے۔ بی بی نے جو نماز کی سن کر ایسا تعجب ظاہر کیا نصوح پر گھڑوں[4] پانی پڑ گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اللہ اللہ مجھ میں اور نماز میں اتنی دوری ہے کہ گھر والی بی بی سنکر تعجب کرتی ہے ؎

وائے[5] بر من وائے بر انجام من — عار دارد کفر از اسلام من

اور ایک آہ سرد کھینچ کر بی بی سے کہا کہ اگر میں نفلیں پڑھنے والا ہوتا تو بھلے ہی دن نہ ہوتے۔ بی بی۔ منت[6] نہیں۔ نیاز[7] نہیں تو پھر کیا جلدی ہے نماز کہیں بھاگی نہیں جاتی اچھی طرح تندرست ہو جاؤ گے تو بہتیری نمازیں پڑھ لینا۔ اب نصوح وہ نصوح نہیں رہا تھا کہ بی بی کو ایسی بے وقعتی[8] کے ساتھ نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتا اور اسکو ناگوار نہ ہوتا۔ غصہ آیا مگر پھر اپنے جی میں سمجھا کہ بی بی کا کچھ قصور نہیں جس کا شوہر بے دین ہو اس کے ایسے ہی خیالات ہونے چاہئیں۔ تمام تر میری ہی خطا ہے اور ایک میری بے دینی نے سارے گھر کو تباہ کر رکھا ہے۔ بی بی سے اس وقت رد و کد کرنا مناسب نہ سمجھ کر اتنا ہی کہا کہ افسوس میری ناکارہ صحبت نے تم کو کس قدر گمراہ کر دیا کہ فرض خدا کو تم نے ایک سرسری[9] سا کام سمجھا۔ غرض بی بی کے منع کرتے کرتے نصوح نے غسل کر کپڑے بدل نماز پڑھی۔ آج نصوح کی یہ پہلی نماز تھی کہ اس کو داخل عبادت کر سکتے ہیں وہ اس طرح ہاتھ باندھے ہوئے مودب کھڑا تھا جیسے کسی بادشاہ عالی جاہ کے روبرو کوئی خونی کھڑا ہوتا ہے آنکھیں زمین میں سی ہوئی تھیں ہیبت[10] سلطانی اس پر ایسی چھا رہی تھی کہ نہ ہلتا تھا نہ جلتا تھا بس ایک بت کی طرح بے حس[11] و حرکت کھڑا ہوا تھا۔ عاجزی اور فروتنی[12] اس کے چہرے سے ظاہر تھی حکم کے مطابق کھڑا تھا لیکن[13] جھک جھک جاتا تھا اور گر گر پڑتا[14] تھا غرض ایسی ایسی حرکتیں اس سے سرزد ہوتی تھیں کہ خواہ مخواہ دیکھنے والے کو رحم آئے۔ ہفتے عشرے تک علالت کا کسل[15] رہا۔ پھر تو خدا کے فضل سے نصوح بدستور توانا

---

[1] خیر و خوبی سے۔ عورتوں کی بولی ہے ۱۲ [2] نماز پڑھنے لگوں ۱۲ [3] نماز جو فرض کے علاوہ پڑھی جائے ۱۲ [4] محاورہ ہے یعنی مارے شرمندگی کے اتنا پسینہ آیا کہ جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا ہو ۱۲ [5] افسوس میرے انجام پر میرے اسلام سے کفر بھی شرماتا ہے ۱۲ [6] نذر ۱۲ [7] نذر ۱۲ [8] بے قدری ۱۲ [9] آسان ۱۲ غیر ضروری ۱۲ [10] بادشاہ کا خوف ۱۲ [11] نہ ہلتا تھا نہ جلتا تھا ۱۲ [12] عاجزی ۱۲ [13] یہ نماز کا رکوع ۱۲ [14] یہ نماز کا سجدہ ۱۲ [15] تکان ۱۲

تندرست ہو گیا مگر بیماری کے بعد اُسکی عادتیں اکثر بدل گئی تھیں۔ ہر وقت تو وہ کچھ سوچ میں رہتا تھا بے ضرورت بکنا بے تمیزی کے ساتھ ہنسنا لایعنی[1] باتوں میں شریک ہونا اُس نے مطلقاً چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے ساتھ لینت[2]۔ تواضع[3]۔ وسعتِ اخلاق[4]۔ انکسار[5] یہ صفتیں بھی اس میں آگئی تھیں بیماری سے پہلے اسکی بدمزاجی اس درجے کی تھی کہ گھر والے اُسکو ہوّا[6] سمجھتے تھے۔ دروازے کے اندر اُس نے قدم رکھا اور کیا چھوٹے کیا بڑے سب پر ایک سہم چڑھا۔ اگر بھولے سے کوئی چیز بے موقع پڑی رہ گئی اور اُس نے دیکھ پائی سب پر ایک آفت توڑ ماری۔ کھانے میں (اٹکل ہی تو ہی) ذرا نمک زیادہ ہو گیا یا الونا[7] رہ گیا بس اُسی روز جانو کہ گھر میں فاقہ ہوا کتنے تو پیالے شہید ہوئے کتنی رکابیوں کا خون ہوا سارے محلے میں خبر ہوئی کہ آج کھانا بگڑا۔ بچوں کو بات بات میں جھڑکی بات بات میں گھڑکی یا اب نصوح کے سر پر ڈھول[8] بجاؤ کچھ خبر نہیں۔ بلکہ فہمیدہ بچوں کو شوخی کرتے دیکھ خفا ہوتی اور کہتی کیسے ناہموار بچے ہیں باپ کا تو یہ حال ہے اور یہ اُنھیں کے کان میں جا کر شور کرتے ہیں ذرا ڈر نہیں دیکھو اکٹھی ہی کسر نکلے گی۔ شروع میں نصوح کا یہ انداز دیکھ کر گھر والوں کو بڑا کھٹکا[9] تھا۔ وہ جانتے تھے کہ بیماری سے اُٹھے ہیں ضرور ہے کہ پہلے سے زیادہ نازک مزاج ہو گئے ہوں گے اس بلا کا غصہ بڑھا ہے کہ کسی سے بولتے ہی نہیں دیکھئے یہ قہر[10] کسپر ٹوٹتا ہے کس کی شامت آتی ہے۔ مگر نصوح نے ایسا جلاب نہیں لیا تھا کہ اس نے خون میں ذرا سی گرمی بھی لگی رہنے دی ہو۔ لوگ بیماری سے اُٹھ کر چڑچڑے اور بدمزاج ہو جاتے ہیں اور نصوح حلیم[11] و بردبار[12] نرم دل و خاکسار ہو کر اُٹھا تھا۔ معاملات روزمرہ[13] میں اُسکی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جو رکھ دیا چاؤ سے کھا لیا جو دے دیا خوشی سے پہن لیا۔ نہ حجت نہ تکرار نہ غل نہ غپاڑا۔ نصوح کی عادت بدلی تو لوگوں کی مدارات[14] بھی اُس کے ساتھ بدل چلی۔ جو پہلے ڈرتے تھے اب اسکا ادب ملحوظ رکھتے جن کو وحشت و نفرت تھی اب اُسکے ساتھ انس و محبت کرتے۔ تھوڑے ہی دنوں میں گھر شور و شغب[15] سے پاک اور لڑائی جھگڑے سے صاف ہو گیا۔ ابتداءً نصوح کو نماز وغیرہ کا اہتمام کرتے دیکھ کر گھر والوں نے

---

[1] بے مطلب کی ۱۲ [2] نرمی ۱۲ [3] خاکساری ۱۲ [4] ہر ایک سے خاطرداری کے ساتھ پیش آنا ۱۲ [5] عاجزی ۱۲ [6] ڈرنے کی چیز ۱۲ [7] پھیکا ۱۲ [8] مطلب یہ ہے کہ کتنا ہی غل کرو ۱۲ [9] خرخشہ ۱۲ [10] غصہ ۱۲ [11] برداشت کرنیوالا ۱۲ [12] لفظی معنی ہیں بوجھ اُٹھانیوالا مراد ہے سخت بات کا سہار جانیوالا ۱۲ [13] ہر روزہ ۱۲ [14] برتاؤ ۱۲ [15] غل غپاڑا ۱۲

اچھا کیا تھا لیکن پھر توبے کے دوسروں پر خودبخود ایک اثر سا ہونے لگا اور نصوح اسی کا منتظر تھا کہ لوگ اس طرزِ اجنبی سے کسی قدر مانوس[1] اور خوگر ہولیں تو اپنا انتظام شروع کروں۔ نصوح کی جہاں اور عادتیں بدلی تھیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ وہ خلوت[2] پسند ہو گیا تھا۔ تمام تمام دن اکیلا بالاخانے پر بیٹھا رہتا۔ بے بلائے اگر کوئی جاتا تو یہ بھی نہ تھا کہ اُس سے بات چیت نہ کرے بعض کو یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید نیند بڑھ گئی ہے کوئی یہ سمجھتا تھا کہ اُترنے چڑھنے کی توانائی نہیں آئی۔ مگر فہمیدہ کو اکثر جانے کا اتفاق ہوتا تھا کبھی نماز پڑھتے دیکھا کبھی چپ بیٹھے ہوئے آخر ایک روز پوچھا کہ اکیلے تنہا چپ چاپ بیٹھے ہوئے تمہارا جی نہیں گھبراتا تھوڑی دیر کو نیچے ہی اُتر آیا کرو بال بچوں کی باتوں میں دل بہلے۔ مجھ کو گھر کے کام دھندے سے فرصت نہیں ملتی۔ نصوح۔ میں تم سے اس بات کی شکایت کرنے والا تھا کہ جب سے میں بیمار ہو کر اُٹھا ہوں۔ مصرع تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیوں کر ہوا۔

کیا تم کو میرے عادات میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فہمیدہ۔ رات دن کا تفاوت زمین آسمان کا فرق۔ اور پوچھنے کو تمھارے سر کی قسم کئی بار منھ تک بات آئی مگر تمہارا ڈھنگ دیکھ کر جرات[3] نہ ہوئی کہ پوچھوں نصوح۔ ڈھنگ کیسا۔ فہمیدہ۔ بُرا ماننے کی بات نہیں مزاج تمہارا سدا کا تیز ہی یوں ہی ہم سب لوگ تم سے ڈرتے رہتے ہیں جب سے بیمار ہو کر اٹھے ہو سب کو خوف تھا کہ ایک تو کریلا دوسرے نیم چڑھا[4] پہلے ہی سے بلا کا غصہ ہے اب بیماری کے بعد کیا ٹھکانا ہے۔ ادھر تم کو دیکھا تو کسی کی طرف ملتفت[5] نہ پایا سمجھے کہ ضرور طبیعت برہم اور مزاج نادرست ہے پھر کس کی جرات۔ کس کو اتنی ہمت کہ پوچھے اور دریافت کرے نصوح کیوں صاحب کبھی تم نے مجھ کو میرے مزاج کی خرابی پر متنبہ[6] نہ کیا۔ فہمیدہ۔ تنبیہ کرنا تو درکنار بات کرنے کا تو یارا[7] ہی نہ تھا۔ نصوح۔ لیکن ان دنوں تو میں کسی پر ناخوش نہیں ہوا۔ فہمیدہ۔ گھر بھر کو اس کا تعجب ہے۔ نصوح۔ آخر لوگ اس کا سبب کیا قرار دیتے ہیں۔ فہمیدہ۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وبا میں کثرت سے لوگوں کو مرتے دیکھا اپنے گھر میں تین موتیں ہو گئیں خود بیمار پڑے اور خدا کے گھر سے پھر کر آئے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے۔ تمہارے بڑے صاحب زادے یہ تجویز کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نے

---

[1] ہل مل جائیں ۱۲ [2] تنہائی کا پسند کرنے والا ۱۲ [3] ہمت۔ دلیری ۱۲ [4] یہ کہاوت ہے کریلا اپنی ذات سے کڑوا دوسرے چڑھا نیم پر اور بھی کڑواہٹ آ گئی ۱۲ [5] متوجہ ۱۲ [6] آگاہ ۱۲ [7] مجال ۱۲

جو اسہال[1] بند کرنے کی دوا دی دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہی۔ بہر کیف سب کی یہی رائے ہی کہ علاج کرنا چاہیئے۔ نصوح۔ نہ گرمی ہی نہ خلل دماغ ہی خوف البتہ ہی۔ فہمیدہ۔ مرد ہو کر تم اتنے ڈر گئے آخر ہم سب بھی تو اسی آفت میں تھے۔ نصوح۔ تم ہرگز اس آفت میں نہ تھیں۔ فہمیدہ۔ یعنی یہ کہ میں نے ہیضہ نہیں کیا لیکن تمھارا ہیضہ کرنا مجھ کو اپنے مرنے سے زیادہ شاق[2] تھا۔ نصوح۔ نہیں ہیضہ کرنے کی بات نہیں۔ بیماری اگرچہ ظاہر میں سخت تھی مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ شروع سے آخر تک میرے ہوش و حواس سب درست تھے تمھاری ساری باتیں میں سنتا اور سمجھتا تھا۔ ابتدائے علالت میں جو تم لوگوں نے ہیضۂ امتلائی تجویز کیا پھر صبح کو حکیم صاحب تشریف لائے اور میری کیفیت تم نے اُن سے بیان کی پھر ڈاکٹر آئے اور اُنھوں نے دوا پلائی مجھ کو سب خبر ہی۔ جب تم لوگوں نے ڈاکٹر کے کہنے سے مجھ کو علاحدہ دالان میں لٹایا تو مجھ کو غنودگی[3] سی آگئی اور میں نے اپنے تئیں دوسرے جہان میں دیکھا۔

اس کے بعد نصوح نے خواب کا سارا ماجرا حرف بحرف بی بی سے بیان کیا۔ مردوں کی نسبت عورتوں کے دلوں میں نرمی اور رقت[4] زیادہ ہوتی ہی اور یہی وجہ ہی کہ مذہبی تعلیم عورتوں میں جلد اثر کرتی ہی۔ فہمیدہ نے جو میاں کا خواب سنا اس قدر خوف اُس پر طاری[5] ہوا کہ قریب تھا کہ غش آجائے نصوح۔ اگرچہ تنہائی میں اپنے گناہوں پر تاسف[6] کرکے ہر روز دو چار مرتبہ رو لیا کرتا تھا اور ظاہر میں نہیں بھی روتا تھا تو اندر سے اُس کا دل ہر وقت روتا رہتا تھا اب بی بی کی ہمدردی اور ہمدمی کا سہارا پاکر تو اتنا رویا اتنا رویا کہ گھگھی بندھ گئی۔ فہمیدہ پہلے ہی خوف زدہ ہو رہی تھی میاں کا رونا اُسکے حق میں اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ[7] ہوا اس نے بھی بلبلا کر رونا شروع کیا۔ پھر تو دونوں میاں بی بی ایسا روئے کہ ساون[8] بھادوں کا سماں بندھ گیا۔ آخر نصوح نے اپنے تئیں سنبھالا اور بی بی سے کہا کہ دنیا میں اگر کوئی چیز رونے کے قابل ہی تو میرے نزدیک گناہ اور خدا کی نافرمانی ہی اور بس کیونکہ کوئی مصیبت کوئی آفت گناہ سے بڑھ کر نہیں۔ دنیا کے نقصانوں پر رونا بے فائدہ دیدے کھونا ہی

---

[1] دست ۱۲ [2] ناگوار ۱۲ [3] اونگھ ۱۲ [4] گداز پن ۱۲ [5] چھا گیا ۱۲ [6] افسوس ۱۲ [7] کہاوت ہی کہ اونگھتے کو ذرا جھکا دو تو وہ نہ لیٹتا بھی ہو تو لیٹ جائے ۱۲ [8] ساون بھادوں دو برسات کے مہینے ہیں جن میں اکثر پانی بہت برستا ہی ۱۲

مگر گناہ پر رونا گویا داغ الزام کو دھونا ہے۔ رونا کفارۂ[1] معصیت ہے۔ رونا گناہ گار کے لئے بہترین معذرت ہے۔ رونا رحمت کی دلیل اور مغفرت کا کفیل[2] ہے۔ لیکن ہم کو اپنی آئندہ زندگی کا انتظام بھی کرنا ضرور ہے۔ ندامت[3] وہی سند ہے کہ افعال[4] مابعد میں اس کا اثر ظاہر ہو۔ توبہ وہی پکی ہے کہ آدمی جو دل میں سوچے یا منہ سے کہے ویسا ہی کر دکھائے۔ فہمیدہ۔ لیکن اتنی عمر اس خرابی میں بسر[5] کی اب نجات و مغفرت کی کیا امید ہے میں تو جانتی ہوں کہ ہمارا مرض علاج سے درگزرا۔ نصوح۔ خدا کی رحمت سے مایوس[6] ہونا بھی کفر ہے۔ وہ بے نیاز[7] بڑا غفور رحیم[8] ہے کچھ اس کو ہماری عبادت کی پروا نہیں۔ اگر روئے زمین کے تمام آدمی اس کی نافرمانی کریں تو اس کی ابدی[9] اور دائمی[10] سلطنت میں ایک سرِ مو برابر[11] بھی فرق نہیں آئے گا اور اسی طرح اگر تمام زمانہ فرشتہ سیرت[12] ہو جائے اور سارے آدمی شبانہ روز[13] مصروف[14] عبادت رہیں تو اس کی عظمت[15] اور کبریائی[16] میں ایک رائی کے دانے کی قدر بھی زیادتی اور افزونی نہ ہوگی۔ اگر خدا کو اپنی پرستش اور عبادت ہی کرانی منظور ہوتی تو وہ نافرمان گنہگار سرکش متمرد[17] انسان کی جگہ فرشتے پیدا کر سکتا تھا۔ پھر یہ باتیں جو ہم پر فرض و واجب کی گئی ہیں ہماری ہی اصلاح ہماری ہی بہبود[18] کے لئے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس میں پرلے سرے کا رحم اور غایت درجے کا حلم ہے۔ لاکھ گناہ کرو جہاں عجز و الحاح[19] کیا منت و زاری سے پیش آئے بس پھر کچھ نہیں ؎

اگر خشم[20] گیرد بکردار زشت ۔۔۔ چو باز آمدی ماجرا در نوشت

وہ معبود جابر نہیں سخت گیر نہیں کینہ ور نہیں مگر ہے کیا کہ غیور[21] بڑا ہے اس کی مطلق برداشت نہیں کہ کسی کو اس کا شریک خدائی گردانا جائے۔ فہمیدہ۔ کتنا ہی درگزر کیوں نہ ہو مگر اپنے گناہوں کی بھی

---

[1] جس سے گناہ جھڑ جائیں ۱۲ [2] ضامن ۱۲ [3] شرمندگی ۱۲ [4] توبہ کے بعد کے کام ۱۲ [5] گزاری ۱۲ [6] ناامید ۱۲ [7] جو کسی کی پروا نہ کرے کسی کا محتاج نہ ہو ۱۲ [8] معاف کرنے والا رحم کرنے والا ۱۲ [9] سدا سدا کو رہنے والی ۱۲ [10] ہمیشہ ٹھہرنے والی ۱۲ [11] بال برابر ۱۲ [12] فرشتوں کی سی خصلت ۱۲ [13] رات دن ۱۲ [14] مشغول ۱۲ [15] شان و بڑائی ۱۲ [16] اونچا درجہ ۱۲ [17] خودسر ۱۲ [18] بہتری ۱۲ [19] گڑگڑانا ۱۲ [20] اگر کسی برے کام پر ناراض ہو جائے جب اس کی طرف رجوع کرو بات گئی گزری ہوئی ۱۲ [21] غیرت مند ۱۲

پھٹا جاتا ہے۔ ماں باپ کو جیسی اولاد کی مامتا ہوتی ہے ظاہر۔ مگر دیکھو کلیم کی حرکتوں سے میرا تمہارا دونوں کا جی آخر کھٹا ہو ہی گیا۔ کتنی برداشت کہاں تک چشم پوشی۔ نصوح۔ خدا کی پاکیزہ اور کامل صفتوں کو آدمی کی ناقص و ناتمام عادتوں پر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے۔ تمام دنیا کے ماں باپوں کو جو اولاد کی محبت ہے وہ ایک شمہ[1] ہے اُس عنایت بے غایت[2] اور لطف و شفقت بے منت[3] کا جو خداوند کریم ہر حال میں اپنے بندوں پر فرماتا ہے۔ گناہ اور نافرمانی انسان کے خمیر میں ہے۔ اگر بندوں کے گناہ پر اُسکو نظر ہوتی تو ہر متنفس[4] کشتنی[5] اور گردن زدنی[6] تھا۔ دنیا کاہے کو بستی۔ لیکن الله رے درگزر۔ گناہ بھی ہو رہے ہیں اور رزق کا راتب[7] جو سرکار سے بندھا ہے موقوف ہونا کیسا کبھی ناغہ بھی تو نہیں ہوتا۔ سانس لینے کو ہوا تیار۔ پینے کو پانی موجود۔ آرام کرنے کو رات۔ کام کرنے کو دن۔ رہنے کو مکان۔ وہی چاند۔ وہی سورج۔ وہی سامان۔ وہی زمین وہی آسمان۔ وہی برسات۔ وہی فواکہ[8] و نباتات[9] جملہ اعضا[10]۔ ہاتھ پاؤں آنکھ کان۔ اپنی اپنی خدمت پر مستعد۔ نہ ماندگی نہ کسل نہ تکان۔ پس جب کہ خدا ایسے ایسے گناہ اور ایسی ایسی نافرمانیوں پر نیکی سے نہیں چوکتا تو یہ بات اُس کی ذات ستودہ صفات[11] سے بہت ہی مستبعد[12] معلوم ہوتی ہے کہ اُس کی درگاہ میں معذرت کی جائے اور نہ بخشے۔ توبہ کی جائے اور قبول نہ کرے۔ اُسی وقت میاں بی بی دونوں نے دعا کے واسطے ہاتھ پھیلا دیے اور گڑگڑا گڑگڑا کر اپنے اور ایک دوسرے کے گناہوں کی مغفرت چاہی۔ اِس کے بعد فہمیدہ تو مسرت و اطمینان کی سی باتیں کرنے لگی مگر نصوح کی افسردہ دلی بدستور باقی تھی۔ تب فہمیدہ نے پوچھا کہ جب توبہ کرنے سے گناہوں کا معاف ہو جانا یقینی ہے اور آئندہ کے واسطے ہم عہد کرتے ہیں کہ پھر ایسا کریں گے تو کیا وجہ ہے کہ تم اُداس ہو میں دیکھتی ہوں تو تمہارے مُنھ پر ذرا بھی بحالی نہیں۔ نصوح۔ ایمان خوف و رجا[13] کا نام ہے توبہ کا قبول کیا جانا کچھ ہمارا استحقاق نہیں خدائے تعالیٰ قبول کرے تو اس کی عنایت ہے

---

[1] قدر قلیل ۱۲ [2] بے انتہا ۱۲ [3] بے احسان۔ یعنی دیتا ہے اور احسان جتا کر شرمندہ نہیں کرتا ۱۲ [4] سانس لینے والا مراد ہے ہر ذی بشر ۱۲ [5] قتل کیے جانے کے قابل ۱۲ [6] گردن مارنے کے قابل ۱۲ [7] خوراک کا معمول مقرر ۱۲ [8] میوے ۱۲ [9] پھل پھول۔ ترکاریاں ۱۲ [10] جوڑ بند ۱۲ [11] جس کی خوبیاں تعریف کے لائق ہیں ۱۲ [12] دور۔ بعید از قیاس ۱۲ [13] اُمید ۱۲

اور قبول نہ کرے تو ہمکو نہ مقام گلہ ہی نہ محل شکایت ؎

اگر بخشے زہی قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہی جو مزاج یار میں آئے

آیندہ کے عہد پر بھی کیا بھروسا ہو سکتا ہی انسان مخلوق ضعیف البنیان[۱] ہی غفلت اُس کی طینت[۲] ہی اور نافرمانی اُس کی طبیعت ۔ خدا ہی توفیق خیر دے تو عہد کا نباہ اور وعدے کا ایفا ممکن ہی ورنہ آدمی سے کیا ہو سکتا ہی ؎

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اور میری افسردگی کی ایک وجہ اور ہی کہ کسی طرح اُس سے میرا قلب مطمئن نہیں ہوتا ۔ فہمیدہ ۔ وہ کیا ۔ نصوح ۔ وہ یہ ہی کہ میں تو بگڑا ہی تھا میں نے ان بچوں کو کیسا غارت کیا ۔ میری دیکھا دیکھی یہ بھی گئے گزرے ہوئے ۔ تم دیکھتی ہو کہ چھوٹے بڑے سب ایک رنگ میں ہیں کسی کو بھی دینداری سے مس[۳] ہی ۔ کوئی بھی خدا پرستی کی طرف رغبت رکھتا ہی ۔ اور رغبت ہو تو کہاں سے ہو ۔ نہ تو گھر میں دین و مذہب کا چرچا کہ خیر دوسروں کو دیکھ کر آدمی نصیحت پکڑے ۔ نہ کوئی کہنے اور سمجھانے والا کہ نیک و بد کا امتیاز سکھائے ۔ بلکہ حق تو یہ ہی کہ میں ان کی تباہی اور خرابی میں ہر طرح کی مدد کرتا رہا ۔ افسوس ہی کہ میں نے ان کے حق میں[۴] کانٹے بوئے ۔ ان کے ساتھ دشمنی کرتا رہا ۔ اور جانا کہ میں ان کی بہتری چاہتا ہوں ۔ میں جو غور کرتا ہوں تو کھیل کود کی جتنی خراب عادتیں ہیں حقیقت میں ان کا بانی[۵] اور معلم[۶] میں ہوں ۔ میں نے ان کا جی بہلانے کو کھلونے اور کنکوے لے لے دئے میں ان کو خوش کرنے کی نظر سے بازار ساتھ لے گیا ۔ میں نے اُن کو دام دے دے کر بازاری سودوں کی چاٹ لگائی جانور پالنے اِن کو میں نے سکھائے ۔ میلے تماشے اِن کو میں نے دکھائے ۔ خوش وضعی ۔ خوش لباسی کی لت اِن کو میں نے ڈلوائی ۔ میں خود عیب مجسّم[۷] ایک برا نمونہ اِن کے پیش نظر تھا

---

۱ جسکی بنیاد کمزور ہی ۱۲ ۲ مٹی مراد ہی کہ غفلت اس کی جبلی خصلت ہی ۱۲ ۳ چھونا ۔ یعنی دینداری کسی کو چھو بھی گئی ہی ۱۲ ۴ یعنی ان کے رستے میں کہ کانٹوں کے ڈر سے سیدھا رستہ چھوڑ کر ٹیڑھا اختیار کریں ۱۲ ۵ بنیاد ڈالنے والا ۱۲ ۶ سکھانے والا ۱۲ ۷ سرتاپا عیب ۱۲

جو جو کچھ یہ کرتے ہیں ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آئے۔ مجھ سے سیکھا میری تقلید[1] کی۔ میں ہرگز اس نعمت کے لائق نہ تھا کہ مجھ کو بچوں کا باپ بنایا جائے۔ میں کسی طرح اس عنایت کے شایاں[2] نہ تھا کہ مجھ کو ایک بھرے کنبے کی سرداری ملے۔ یہ بھی میرے نصیبوں کی شامت اور ان کی بدقسمتی تھی کہ ان کی پرداخت[3] مجھ کو سپرد ہوئی۔ افسوس سن تمیز[4] کو پہنچنے سے پہلے یہ یتیم کیوں نہیں ہو گئے۔ شیرخوارگی[5] ہی میں میرا سایۂ زبون ان کے سر سے کیوں نہیں اٹھا لیا گیا کہ کوئی دوسرا ان کی تربیت[6] کا متکفل[7] ہوتا جو اپنی خدمت کو مجھ سے بدرجہا[8] بہتر انجام دیتا۔ غضب ہے کہ یہ اشراف کے بچے کہلائیں اور پاجیوں کی سی عادتیں رکھیں مجھ کو اب ان کی شکل زہر معلوم ہوتی ہے۔ صورت سیرت ظاہر باطن ایک سے ایک خراب۔ ایک سے ایک بدتر۔ ایک نابکار کو دیکھو کہ وہ ماش کے آٹے کی طرح ہر وقت اینٹھا ہی رہتا ہے۔ کبھی سینے پر نظر ہے۔ کبھی بازووں پر نگاہ ہے۔ آدم زاد ہو کر لقا[9] کبوتر کا پٹھا بنا پھرتا ہے اتنا اکڑتا ہے اتنا اکڑتا ہے کہ گردن گدی میں جا لگی ہے۔ کپڑے ایسے چست کہ گویا بدن پر سیئے گئے ہیں۔ چھاتی پر انگرکھے کے بند ہیں۔ گھٹنوں تک پائجامے کی چوڑیاں پڑی ہیں۔ ایک دیولی برابر ٹوپی ہے کہ خود بخود گری پڑتی ہے۔ دوسرا ناہنجار[10] صبح اٹھا اور کبوتر کھول باپ دادے کا نام اچھالنے کو ٹھے پر چڑھا۔ پھر سوا پہر دن چڑھے تک کوٹھے پر دھما چوکڑی مچائی۔ مارے باندھے مدرسے گیا عصر کے بعد سے پھر کوٹھا ہے اور کنکوا ہے۔ شام ہوئی اور شطرنج بچھا۔ اتوار کو مدرسے سے چھٹی ملی تو بٹیریں لڑائیں تیسرے نالائق بڑے میاں[11] سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ محلہ نالاں۔ ہمسائے عاجز۔ اس کو مار۔ اس کو چھیڑ۔ چاروں طرف ایک تراہ تراہ مچ رہی ہے غرض کچھ اس طرح کے بے سرے بچے ہیں ناہموار۔ آوارہ۔ بے ادب۔ بے تمیز۔ بےحیا۔ بے غیرت بے ہنر۔ بد مزاج۔ بد زبان۔ بد وضع کہ چند روز سے دیکھ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اترتا ہے ان کے حرکات و سکنات نشست و برخاست کوئی بھی تو بھلے مانسوں کی سی نہیں۔ گالی دینے میں

---

[1] پیروی ۱۲ [2] لائق سزاوار ۱۲ [3] پرورش ۱۲ [4] عمر ۱۲ [5] دودھ پینے کی حالت ۱۲ [6] پرورش تعلیم [7] ذمہ دار ۱۲ [8] کئی درجے ۱۲ [9] ایک قسم کا کبوتر ہے جس کی گردن پیٹھ پر پڑی رہتی ہے ۱۲ [10] نابکار ۱۲ [11] یہ کہاوت ہے ۱۲

اِن کو باک[1] نہیں۔ فحش[2] بکنے میں اِن کو تامل نہیں۔ قسم اِن کا تکیۂ کلام[3] ہی۔ نہ زبان کو روک ہی۔ نہ منھ کو لگام ہی۔ اِن کی چال ہی کچھ عجب طرح کی اُکھڑی اُکھڑی ہی کہ بے تہذیبی[4] اِن کی رفتار سے ظاہر ہی۔ رہیں لڑکیاں میں تسلیم کرتا ہوں کہ اُن میں اس طرح کے عیوب نہ ہوں گے جو لڑکوں میں ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مجھ کو اِس کا بھی تیقن ہی کہ زنانہ زندگی تو کسی کی بھی نہیں اِن کو بھی اکثر گڑیوں میں مصروف پاتا ہوں یا کنبے میں کوئی تقریب[5] ہونے والی ہوتی ہی تو کپڑوں کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ لڑکے گالیاں بہت بکتے ہیں تو لڑکیاں کوسنے کثرت سے دیا کرتی ہیں۔ قسم کھانے میں جیسے وہ بے باک ہیں یہ بھی بے دھڑک ہیں۔ بہرکیف کیا لڑکے کیا لڑکیاں میرے نزدیک تو دونوں کچھ ایک ہی طرح کے ہیں۔ اِن سب کی یہ تباہ حالت دیکھ کر میں زہر کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہوں مگر پھر دیکھتا ہوں تو اِن کا کچھ بھی قصور نہیں۔ خطا اگر ہی تو میری[6] اور تمھاری۔ اِن کے عیوب پر جھڑکنا اور ملامت کرنا کیسا ہم نے کبھی اِن کو روکا تک بھی تو نہیں۔ فہمیدہ تم تو باہر کے اُٹھنے بیٹھنے والے ٹھہرے اس میں تو میرا ہی سراسر قصور ہی۔ بچے ابتدا میں ماؤں ہی سے زیادہ مانوس[7] ہوتے اور ماؤں ہی کی خو بو پکڑتے ہیں۔ بلکہ تم جب کبھی اِن کو نصیحت کرتے اور کسی بات پر ٹوکتے تو میں اُلٹی اِن کی حمایت لیتی تھی۔ اِن سب کو میں نے خراب کیا اور اِس کا الزام بالکل میری گردن پر ہی۔ نصوح بیشک تمنے بھی انکی اصلاح میں کوشش نہیں کی لیکن پھر بھی میں باپ تھا تم سے اِن کی پرورش متعلق تھی اور مجھ سے اِن کی اصلاح و تہذیب۔ فہمیدہ ہاں میں نے اِن کے بدنوں کو پالا اور اِن کی روحوں کو تباہ اور ہلاک کیا۔ میری ہی بیہودہ محبت نے اِن کی عادتیں بگاڑیں۔ میرے ہی نامعقول لاڈ پیار نے انکے مزاجوں کو گندہ اِن کی طبیعتوں کو بے قابو بنایا۔ نصوح۔ لیکن اگر میں اپنے کام پر آمادہ اور سرگرم ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ میں کہوں اور نہ سُنیں میں چاہوں اور نہ کریں۔ آخر میں اِن پر ضابط تھا۔ میں اِن پر ہر طرح کی قدرت رکھتا تھا۔ اور نہ صرف اِن پر بلکہ تم پر اور سارے گھر پر۔ فہمیدہ۔ پھر بھی جسقدر اِن کی بُرائیاں مجھ پر ظاہر ہوتی رہتی تھیں اُن کا شاید دسواں حصہ بھی تم پر منکشف[8] نہ ہوتا ہوگا۔ جان بوجھ کر میری عقل

---

[1] خوف ۱۲ [2] بُری بات ۱۲ [3] جو الفاظ بے قصد ہر بات کے بعد منہ سے نکلیں جیسے کیا نام ہی جو ہی سو ۱۲ [4] ناشائستگی ۱۲ [5] شادی بیاہ وغیرہ ۱۲ [7] ہلے ہوے ۱۲ [8] ظاہر ۱۲

پر پردہ پڑ گیا۔ دیکھتے بھالتے میں اندھی بنی رہی۔ اب بھی جو خرابیاں ان کی میں جانتی ہوں تم کو معلوم نہیں۔ دیکھو لڑکیاں ہی ہیں کہ تم گڑیاں کھیلنے اور کپڑوں کا اہتمام کرنے کے سوائے اُن کے حالات سے محض بے خبر ہو۔ میں جانتی ہوں کہ ان کے مزاجوں میں کیا کیا خرابیاں ہیں ان کی عادتوں میں کیسے کیسے بگاڑ ہیں۔ نصوح۔ پھر آخر کیا کرنا ہوگا۔ فہمیدہ۔ میرے گمان میں ان بچوں کی اصلاح تو اب ہمارے امکان سے خارج ہے۔ نصوح۔ البتہ ناممکن نہیں تو نہایت دشوار ہونے میں بھی کچھ شک نہیں فہمیدہ۔ دشوار تم ہی کہو آسمان میں تھگلی[1] کا لگانا ممکن ہے اور ان کی اصلاح ممکن نہیں ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے مگر یہ درست ہونے والے نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کلیم ایک ایک بات کے سو سو جواب دینے کو موجود ہے۔ اور ایک کلیم پر کیا الزام ہے جتنے بڑے دتنے کڑے جتنے چھوٹے دتنے کھوٹے۔ نصوح۔ تو کیا ان کو اسی گم راہی میں رہنے دیں کہ اور بدتر ہوں اِن کو باختیار خود چھوڑ دیں کہ پیٹ بھر کر خراب ہوں۔ فہمیدہ۔ بڈھے طوطوں کا پڑھانا پکی لکڑی کا لچکانا تم سے ہو سکے تو بسم اللہ۔ کیا خدا نخواستہ میں مانع اور مزاحم[2] ہوں۔ مگر میں ایسی اَن ہونی کا بیڑا[3] نہیں اُٹھاتی۔ ایاز[4] قدر خود شناس میں خود جانتی ہوں کہ بیٹوں کی نظروں میں میرا کتنا دقر ہے بیٹیاں کتنا میرا ادب لحاظ کرتی ہیں۔ رشتے میں ماں ضرور ہوں مگر افتاد[5] سے مجبور ہوں۔ کوئی میرے بس کا نہیں۔ نصوح۔ لیکن تم خود کہتی تھیں کہ بچوں کی اصلاح تم پر فرض تھی اور جب تک مادری و فرزندی کا تعلق باقی ہے وہ فرض تمھاری گردن پر لدا ہے۔ میں نے ایک دن بڑے سویرے نہیں معلوم کس بچے کو چاہا کہ باہر حکیم کو لیجا کر دکھا دوں تم اسی وقت اُس کا مُنہ دُھلانے کو اُٹھیں میں جلدی کرتا تھا اور تم کہتی تھیں کہ ذرا صبر کرو مُنہ دُھلا دوں کپڑے بدلوا دوں اس حالت سے لے جاؤ گے تو حکیم صاحب کیا کہیں گے کہ گھر والی کیسی پھوہڑ ہے کہ بچوں کو ایسا ناصاف رکھتی ہے بے شک وہ بات تمھاری بہت معقول تھی۔ لیکن جب تمھارے بچے گندی روح اور ناپاک دل لے کر خدا کے حضور میں جائیں گے تو کیا تم پھوہڑ نہیں بنو گی۔ وہاں یہ معذوری اور مجبوری

---

[1] پیوند ۱۲ [2] اٹکانے والے ۱۲ [3] ذمہ نہیں لیتی یہ محاورہ ہے ۱۲ [4] محمود غزنوی کا غلام تھا اس کے بہت مُنہ لگا ہوا مگر وہ اپنی ہستی کو نہیں بھولا یہ اس کا مقولہ ہے کہ اے ایاز اپنی قدر کو نگاہ رکھ ۱۲ [5] طریقہ جو شروع سے پڑ گیا ہے ۱۲

کچھ نہیں بنی جائے گی علاوہ اس کے کیوں کر تمہاری محبت اقتضا کرتی ہو کہ تم اپنے فرزندوں کو بتلائے مصیبت دیکھو اور اُنکو اُس مصیبت سے نکالنے کی کچھ تدبیر نہ کرو۔ اس واسطے کہ وہ مصیبت اُن پر بہت دنوں سے ہو اور میرے اور تمہارے سبب سے ہو۔ کیا مدت کے بیمار کو دوا نہیں دیتے۔ پُرانے ناسُور کا علاج نہیں کرتے۔ اولاد کی اصلاح ماں باپ پر فرض ہو اگر اس فرض کو ہم نے غفلت اور بیوقوفی سے اب تک ادا نہیں کیا تو کیا ضرور ہو کہ آئندہ بھی معصیت[1] ترکِ فرض میں گرفتار رہیں۔ فہمیدہ۔ کچھ مجھ کو انکار نہیں گریز[2] نہیں نہ میں یہ کہتی ہوں کہ بچوں کی اصلاح ہم پر فرض نہ تھی یا اب نہیں ہو بلکہ مجھ کو ان کی اصلاح سے یاس[3] کلی ہو اور میں جانتی ہوں کہ ان کی اصلاح و تہذیب اور تادیب و تعلیم میں کوشش فضول ہو سعی عبث تدبیر بے سود۔ محنت رائگاں۔ بھلا کہیں ٹھنڈے[4] لوہے بھی پیٹنے سے ڈھیلے پڑے ہیں۔ نصوح۔ ہاں لیکن ہم پر اسی قدر لازم ہو کہ کوشش کریں اور نتیجے کا مترتب ہونا اثر کا پیدا کر دینا ہمارا کام نہیں یہ خدا کے اختیار میں ہو۔ اور کون جانے کہ خدا ہمارے ارادے میں برکت ہماری تدبیر میں تاثیر دے اور یہ درست ہو جائیں۔ تو کیا تمکو مسرت نہ ہو گی۔ کوشش میں ناکام رہنا اور مطلقاً کوشش نہ کرنا ان دو باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہو۔ انجام دونوں کا ایک ہو مگر کوشش کرنا ہمارے لئے ایک وجہ برأت[5] ہو۔ فہمیدہ۔ اس بات کا فیصلہ میرے اور تمہارے درمیان میں ہونا ممکن نہیں اسواسطے کہ میری حالت اور ہو اور تمہاری حالت اور۔ اول تو بچوں پر تمہارا رعب داب ہو تم سے پھر بھی ڈرتے ہیں اور میرے ساتھ تو سبھی سب اس قدر گستاخ ہیں کہ بیٹیاں تو خیر مجھ کو برابر کی سہیلی ہی سمجھتی ہیں بیٹے تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ کون بلا ہو اور کیا بکتی ہو۔ دوسرے تم کو اپنے بچوں کی یہ کیفیت بخوبی معلوم نہیں اور میں اُن کے رگ و ریشے سے واقف ہوں۔ نصوح۔ یہ سب سچ ہو لیکن تمہاری تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہو کہ اب ان کی اصلاح بڑا مشکل کام ہو۔ فہمیدہ۔ پھر تم نے بات کو بدلا۔ میں نے اپنے مُنھ سے مشکل ہرگز نہیں کہا۔ میں شروع سے ناممکن اور محال ہی کہے جاتی ہوں۔ نصوح۔ بڑے افسوس کی بات ہو کہ اتنی دیر سے میں تمہارے ساتھ بک رہا ہوں اور تم نہیں سمجھتیں۔ کیوں صاحب ناممکن اور

---

[1] خدا کی فرض کی ہوئی باتوں کو چھوڑ بیٹھنے کا گناہ ۱۲ [2] میں اس سے بھاگتی بچتی نہیں ۱۲ [3] بالکل ناامیدی ۱۲
[4] محاورہ ہو ۱۲ [5] بری الذمہ جانے کا سبب ۱۲

محال کیوں ہی۔ فہمیدہ۔ اگر تم کہو میں تمہاری خاطر سے مان لوں لیکن چونکہ تم میری رائے پوچھتے ہو تو میں بے شک ناممکن اور محال ہی سمجھتی ہوں اور وجہ یہ کہ ان کی عادتیں[1] راسخ ہوتے ہوتے طبیعت ہو گئی ہیں برابر کے بیٹے برابر کی بیٹیاں مار ہم نہیں سکتے۔ گھُرک ہم نہیں سکتے جبر[2] ہم نہیں کر سکتے بھلا پھر ان عادتوں کو جن کے وہ مدتوں سے خوگر ہو رہے ہیں کیونکر چھُڑا دیں گے۔ نصوح۔ تو تمہارا مطلب یہ ہی کہ کوئی تدبیر کارگر سمجھ میں نہیں آتی اور جو سمجھ میں آتی ہی وہ کارگر نہیں معلوم ہوتی۔ فہمیدہ۔ وہ ایک ہی بات ہی۔ نصوح۔ اس سے مجھ کو بھی انکار نہیں کہ معمولی تدبیریں اب محض بے سود ہیں۔ مادہ سخت ہی تو جُلاب بھی کوئی بڑا ہی کڑا دینا ہوگا۔ جو کام پہلے ایک بات سے نکلتا اب جوتی لات سے بھی نکلنے کی اُمید نہیں فہمیدہ۔ لیکن اگر بچوں کے ساتھ تم اس طرح کی سختی برتو گے تمام دُنیا تھُڑی تھُڑی[3] کرے گی اور سختی سے بچوں کے دلوں میں بھی دونی ضد اور نفرت پیدا ہوگی۔ نصوح۔ اگر میں یہ سمجھوں کہ میں اپنے ذمے کا ایک فرض ادا کرتا ہوں تو دنیا کے کہنے کی ان شاء اللہ مجھ کو مطلق پروا نہ ہوگی۔ لوگوں کو اختیار ہی جو چاہیں سمجھیں اور جو چاہیں سو کہیں۔ لیکن سختی خود میرے نزدیک ایک تدبیر نامناسب ہی اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ بڑے لڑکے کسی طرح سختی کی برداشت نہیں کر سکتے اور اگر اُن کے ساتھ خشونت[4] اور درشتی[5] سے پیش آؤں گا تو بالکل اُلٹا اثر ہوگا اور جب کہ میں خود اُن کی خرابی کا باعث ہوا ہوں تو سختی کا میں سزاوار ہوں نہ وہ۔ فہمیدہ۔ بھلا پھر سختی کرو گے نہیں اور نرمی سے کام نکلتا نہیں۔ اسی نرمی نے تو ان کو اس ہُدرشٹے[6] تک پہنچایا تو آخر یہ ہی بات ہوئی کہ ہونا ہوانا کچھ نہیں ناحق کا دردِ سر ہی۔ نصوح۔ میں اس شعر پر عمل کروں گا ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است[7] — چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است

نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کے محل پر سختی۔ اور میرا دل گواہی دیتا ہی کہ ان شاء اللہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوں گا۔ آخر آدمی کے بچے ہیں بات کو سمجھتے ہیں عقل رکھتے ہیں جب اُن ہی کے فائدے

۱؎ جمی ہوئی۔ پکی ۱۲ ۲؎ زبردستی ۱۲ ۳؎ یعنی تمہارے جنم میں تھوکے گی ۱۲ ۴؎ و ۵؎ دونوں لفظوں کے معنی سختی ۱۲ ۶؎ حال۔ یہ لفظ خاص عورتوں کی بول چال میں آتا ہی ۱۲ ۷؎ سختی اور نرمی دونوں کو ملا کر کام لینا اچھا ہوتا ہی جیسے جراح کہ فصد بھی کھولتا اور مرہم پٹی بھی کرتا تو لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہی ۱۲

کی بات میں اُن سے کہوں گا تو کب تک نہ سمجھیں گے[۱] اور سختی تو بس اسی قدر عمل میں لاؤں گا کہ یہ بات
بخوبی اُن کے ذہن نشین کر دوں گا کہ جو میرے کہے کا نہیں میں اُس کا اور وہ میرا شریک رنج و راحت[۱] نہیں
یہی کہوں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہی کر دکھاؤں گا مگر بے تمہاری مدد کے یہ ارادہ پورا نہیں ہو سکتا
فہمیدہ۔ میں دل و جان سے مدد کرنے کو موجود ہوں میں جانتی ہوں کہ تم ان ہی کی بہتری کے واسطے
کہتے اور کرتے ہو۔ اپنی اولاد کا فائدہ ہوتے جاتے اگر میں کوتاہی کروں تو ماں کاہے کو ہوئی کوئی اَن[۲]
ہوئی۔ نصوح۔ تم میرے شریک حال رہو تو مجھ کو ہر طرح کی تقویت[۳] ہے میں جانتا ہوں کہ بچے بات بات
میں تمہارا آسرا تمہارا سہارا پکڑتے ہیں۔ ہو میری بی بی مگر معاملات خانہ داری میں میرے کل فیصلوں
کی اپیل تمہارے یہاں ہوتی ہے۔ میں تم کو الزام نہیں دیتا اس واسطے کہ تم سے زیادہ میں خود ملزم ہوں
لیکن بچوں میں سے جس کو تم نے زیادہ پیار کیا وہی زیادہ خوار ہوا ہر چند میں نے کوشش کی کسی امر
دینی کے واسطے نہیں بلکہ معمولی پڑھنے لکھنے کے واسطے مگر جب تک تمہاری تائید[۴] نہیں ہوئی ایک نہیں
چلی۔ فہمیدہ۔ لیکن اب وہ کیفیت نہیں ہے جب تک چھوٹے تھے مجھ کو ماں سمجھتے تھے اور میں انکی فریاد لیتی
تھی حمایت کرتی تھی۔ اب ہر ایک اپنے دل کا بادشاہ ہے۔ لڑکوں سے تو کچھ تعلق ہی نہیں رہا ہفتوں بات
چیت کرنیکا اتفاق بھی نہیں ہوتا پکارتی کی پکارتی رہ جاتی ہوں منہ پھیر کر بھی نہیں دیکھتے۔ لڑکیاں البتہ
کہاں جائیں اور کس کے پاس جائیں گھر ہی میں بیٹھی کھیلا کرتی ہیں میں گھر کے کام دھندے میں لگی رہتی ہوں
لیکن پھر بھی جہاں تک تمہارے نیک ارادے میں خدا اُس کو پورا کرے مجھ سے مدد مل سکتی ہے۔ تم دیکھ
لینا ان شاء اللہ اپنے مقدور بھر اُٹھا نہ رکھوں گی۔ نصوح۔ بھلا چھوٹے چھوٹے بچوں کو تو سنبھال لو گی
فہمیدہ۔ ان کا درست کر لینا کیا مشکل ہے۔ یہ تو موم کی ناک ہیں۔ جدھر کو پھیر دو پھر گئے۔ بلکہ شاید اُن کو
منہ سے کہنے کی بھی ضرورت نہ ہو بچوں کا قاعدہ ہے کہ جیسا بڑوں کو کرتے دیکھتے ہیں خواہ مخواہ اسکی نقل
کرنے لگتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی حمیدہ نے مجھ کو رُلا رُلا دیا ہے۔ کیا تو اُس کی چھ[۵] برس کی بساط ہے
مگر ماشاء اللہ[۶] میرے منہ میں خاک[۷] منہ سے اُتار کر بڑے بوڑھوں کی سی باتیں کرتی ہے۔ نصوح۔ کیا ہوا تھا۔

۱؎ تکلیف آرام ۱۲ ۲؎ بلا جو اپنے بچوں کو آپ کھا جائے ۱۲ ۳؎ مضبوطی۔ ڈھارس ۱۲ ۴؎ مدد ۱۲ ۵؎ عمر سے مراد ہے ۱۲ ۶؎ جوڑ لینا چاہیے۔ نظر بد
سے بچنے کیلئے ماشاء اللہ کہہ لیا کرتے ہیں ۱۲ ۷؎ یہ بھی ماشاء اللہ کی طرح نظر بد سے بچنے کا ٹوٹکا سمجھو ۱۲